اردو ادب اور گلوبلائزیشن

ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد عرفان احسن پاشا
لیکچرار شعبہ اردو، گورنمنٹ شالیمار کالج، لاہور

URDU LITERATURE AND GLOBALIZATION

AN ANALYTICLA STUDY

Muhammad Irfan Ahsan Pasha
Lecturer in Urdu, Govt. Shalimar College, Lahore

Abstract

This article focuses on the influence of Globalization on Urdu literature. The phenomenon of Globalization has penetrated not only in our society and literature but it also brought many transformations especially in literature by means of literary topics, genres, techniques and forms. It has been tried to present the impact of Globalization on Urdu in light of examples of 21st century Urdu literature. Modern Urdu literature is greatly influenced by the West under Globalization in terms of idea, forms, terminology, syntax and expression.

Keywords:

انگریزی، گلوبلائزیشن، ملازمت، انٹرنیٹ، ویب سائٹ، معاشیات، عالم گیریت
سید ضمیر جعفری، اردو، فیض احمد فیض

عالم گیریت انگریزی اصطلاح (Globalization) کا ترجمہ ہے ۔اس سے مراد دور حاضر کا ایک ایسا جدید تر معاشی اور سماجیاتی نظام ہے جس کے ماتحت دنیا بھر میں یکساں زندگی کے فروغ کی طرف قدم بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔گلوبلائزیشن کے تحت دنیا بھر میں ہونے والی نمایاں تبدیلیوں نے انسانی تاریخ کے ایک نئے عہد کا آغاز کر دیا ہے ۔تاہم ابھی کچھ پیچیدگیوں کے باعث دنیا پر گلوبلائزیشن کے اثرات کو عام آدمی کے لیے مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں ۔عالم گیریت کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے، کرنا چاہے یا نہ کرنا چاہے مگر یہ مظہر برابر اثر پذیر اور اپنے اہداف کے حصول کی طرف عمل پیرا ہے ۔میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ہونے والی ترقی نے دنیا کے دور دراز علاقوں کو قریب لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور دنیا ایک ''گلوبل ولیج'' کی صورت اختیار کر رہی ہے ۔دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ نئے بین الاقوامی رجحانات، مسائل، تجزیات، علوم سے استفادہ کر رہا ہے اور کسان اور آجروں کو معاشی ترقی اور سرمایہ کاری کے نئے مواقع حاصل ہو رہے ہیں ۔گلوبلائزیشن نے مجموعی طور پر انسانی زندگی کے کم و بیش سبھی شعبوں کی کایا کلپ کی ہے اور اس طرح مذہب کی بجائے عقلیت، برادری کی بجائے انفرادیت، روحانیت کی بجائے مادیت، مابعد الطبیعیات کی بجائے سائنس، کلیت کی بجائے تجزی، تفصیل کی بجائے اختصار، باطن کے بجائے ظاہر، وضاحت کی بجائے ابہام کے رجحانات سامنے آئے ہیں ۔

گلوبلائزیشن کے عمل کے بہت سے فوائد بھی ہیں جیسے تیز تر ذرائع نقل و حمل سے فاصلے مٹ گئے ہیں ۔میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی سے معلومات کی ترسیل میں برق رفتاری آئی ہے ۔پس ماندہ ممالک کے عوام بین الاقوامی رجحانات اور علوم سے استفادہ کر رہے ہیں ۔پس ماندہ ممالک کے عوام جدید ترین تحقیقات و ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔دنیا ایک گلوبل ولیج بن گئی ہے اور مختلف معاشروں کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع مل رہا ہے ۔کسانوں کو جدید طریقہ زراعت سے آگاہی حاصل ہوئی ہے ۔بیرونی سرمایہ کاری سے روزگار میں اضافہ ہوا اور ملٹی نیشنل کمپنیوں میں ملازمت کے مواقع پیدا ہوئے ہیں ۔سرمائے کی عالمی ترسیل ممکن ہوئی ہے اور کاروباری مسابقت میں

اضافہ ہوا ہے۔ مقابلے کی منڈی کی وجہ سے اشیا کے معیار میں بہتری آئی ہے۔ غیر ملکی تجارت میں اضافہ ہوا ہے۔ صارف دوست کلچر وجود میں آیا ہے جس سے صارف کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ تکنیکی معلومات کا حصول ممکن اور آسان ہوا ہے۔ مختلف ثقافتیں ایک دوسری سے متعارف ہوئی ہیں۔ تعلیم عام ہو گئی ہے۔ جرائم اور غیر اخلاقی اقدار کے لیے بین الاقوامی قانون سازی کی گئی ہے۔ ماحولیاتی بچاؤ کی عالمی کوششیں کی جارہی ہیں۔ جانوروں کے حقوق سے آگاہی اور قانون سازی ہوئی ہے۔ سمندری حیات کا تحفظ ممکن ہوا ہے۔ جنگلی حیات کا تحفظ ممکن ہوا ہے جس سے مختلف انواع کے ناپید ہونے کا عمل سست کیا گیا ہے۔ جغرافیائی رکاوٹیں دور ہوئی ہیں۔

عالم گیریت کے فوائد کا پلڑا عموماً ترقی یافتہ اور امیر ممالک کی طرف جھکا ہوا ہے جب کہ نقصانات کا زیادہ تر سامنا غریب اور ترقی پذیر ممالک کو کرنا پڑ رہا ہے۔ گلوبلائزیشن کے نقصانات بھی ہیں جیسے پسماندہ ممالک میں صارف کلچر کے فروغ سے ان کی پیداواری حیثیت متاثر ہوئی ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے صارف ملکوں کا سرمایہ امیر ملکوں میں چلا جاتا ہے۔ مقامی ثقافتوں کی شناخت مٹ رہی ہے۔ جدید ترین کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کی وجہ سے دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔ ماحولیاتی آلودگی بڑھ رہی ہے۔ گلوبل وارمنگ کا مسئلہ شدت اختیار کر رہا ہے، مقامی کاروبار ختم ہونے سے بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔ بچوں کی مشقت اور غلامی میں اضافہ ہوا ہے، جرائم اور دہشت گردی میں جدت اور اضافہ ہو رہا ہے، دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ فاسٹ فوڈ سے صحت کو سنگین مسائل کا سامنا ہے۔ پیک شدہ کھانے پینے کی اشیا کی ترسیل میں مختلف عقائد کے ماننے والوں کے لیے حلال حرام کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ سرمائے کے ارتکاز سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو رہے ہیں۔

گلوبلائزیشن نے زندگی کے ہر شعبے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اب زبان اور ادب کے لیے بھی الگ تھلگ رہ کر اپنا وجود قائم رکھنا ممکن نہیں۔ جب زندگی یا معاشرہ کسی نئے عمل، انداز، طریق کار یا نظریے سے متاثر ہوتا ہے تو لامحالہ ادب اور زبان بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ گلوبلائزیشن کے

زیر اثر دنیا میں رابطے اور علمی و ادبی ترسیل کی یکساں زبان کے فروغ کی کوششوں کے سلسلے میں اردو سمیت دنیا کی سب زبانیں متاثر ہوئی ہیں۔ اردو زبان میں انگریزی اور دیگر زبانوں کے نفوذ نے صرف اس کے ذخیرہ الفاظ میں ہی اضافہ کر کے اس کا دامن بے حد وسیع نہیں کیا بل کہ زبان کی صرفی اور نحوی ترتیب کو بھی متاثر کیا ہے اور مزید کر رہا ہے۔ اس سے اردو زبان کی گرامر بھی تبدیل ہو رہی ہے اور اس تبدیلی سے اردو زبان کا حلیہ بدل رہا ہے۔ اردو کے رسم الخط میں تبدیلی کر کے انگریزی رسم الخط کو شامل کیا جا رہا ہے اور انگریزی، اردو کو آمیخت کر کے نئے افعال گھڑے جا رہے ہیں مخلوط زبان بھی اردو پر عالم گیریت کے اثرات کی مرہون ہے اور ایسے فقرے اور جملے بہت روانی سے تحریر و تقریر میں مستعمل ہیں:

......میں بہت بور ہو رہا ہوں

......مجھے بڑی ٹینشن ہے۔

......میں نے اسے کال کی لیکن اس کا فون بزی جا رہا تھا۔

اسی طرح کی مخلوط زبان شعر و ادب میں بھی جگہ بنا چکی ہے:

جو کمیٹی کا بھی ممبر ہو گیا وہ بھی تقریباً منسٹر ہو گیا
اس کی اردو میں تھی انگریزی بہت لوگ سمجھے یہ کمشنر ہو گیا(۱)

بیرونی اصطلاحات کے استعمال کو ہم تین صورتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ پہلے نمبر پر ان اصطلاحات کو جوں کا توں قبول کر کے رائج کر دیا جاتا ہے جیسے کمپیوٹر (Computer)، ٹرک(Truck)، سی ڈی (CD)، فریم (Frame)، فون (Phone)، کال (Call)، انٹرنیٹ (Internet)، ویب سائٹ (Website) وغیرہ۔ دوسرے نمبر پر وہ اصطلاحات ہیں جن کا اردو زبان میں ترجمہ کر لیا جاتا ہے جیسے Globalization سے عالم گیریت، Criticism سے تنقید، Capital سے سرمایہ، Psychology سے نفسیات، Economics سے معاشیات، Symbolism سے علامت نگاری، Absurdism سے لایعنیت وغیرہ۔ تیسری قسم ان اصطلاحات کی ہے جن کو موٴرد کر لیا

جاتا ہے جیسے Montage کو مونتاژ، Collage کو کولاژ، Sabotage کو سبوتاژ، Hospital سے ہسپتال اور بعد ازاں اسپتال، Towell سے تولیہ وغیرہ۔

انگریزی کے تتبع میں اضافتوں کے خاتمے اور علاقائی زبانوں، لہجوں، کلوکیل زبان، جارگن اور سلینگ کا بھی معیاری زبان کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح طرز زندگی کے تبدیل ہونے کی وجہ سے اس کی تحریری پیش کش یعنی ادب بھی نئی کروٹیں لے رہا ہے۔ آج دنیا بھر میں تخلیق ہونے والا ادب ہر جگہ پر بڑی سرعت سے پہنچ جاتا ہے جو مقامی ادب اور ادیب دونوں کو متاثر کرتا ہے۔ اسی طرح عالم گیر واقعات اور تبدیلیوں سے بھی ادب اور ادیب متاثر ہوتے ہیں۔ اسی اصول کے تحت اردو ادب بھی عالم گیریت کے عمل سے براہ راست متاثر ہو رہا ہے اور اس میں موضوعات، پیش کش، اسلوب اور تکنیک کے حوالے سے نئے تجربات کیے جا رہے ہیں جو کہ گلوبلائزیشن ہی کی عطا ہے۔

گلوبلائزیشن کے عمل نے دنیا بھر کے لوگوں کی زندگیوں کو بہت حد تک بدل دیا ہے جس کی وجہ سے ان کا ادب بھی تبدیل ہوا ہے۔ گلوبلائزیشن نے دنیا بھر کی زبانوں میں تخلیق ہونے والے ادب کو متاثر کیا ہے اور ان کو قریب لانے اور فکری ہم آہنگی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو میں اب نظموں کے عنوانات انگریزی میں رکھنے کا چلن بہت بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے آپ کوئی رسالہ یا کوئی نیا شعری مجموعہ دیکھیں تو ان میں بہت سی تعداد ایسی نظموں اور غزلوں کے اشعار کی مل جائے گی جو کسی بین الاقوامی زاویہ نظر سے متاثر محسوس ہوں گے۔ اردو ادب میں ایسی نظموں کے عنوانات عموماً تین طرح سے ملتے ہیں۔ پہلے نمبر پر وہ نظمیں ہیں جن میں نظم کے انگریزی یا بدیسی عنوانات کو اردو حروف ہجا میں لکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''آٹو گراف'' از مجید امجد، ''آرٹسٹ'' از سید ضمیر جعفری، ''آفس آرڈر'' از یوسف کامران، ''آئیڈیل'' از حفیظ صدیقی، ''اسٹیبلشمنٹ'' از انور مسعود وغیرہ۔ دوسرے وہ جن میں اردو اور بدیسی زبانوں کا ملغوبہ بنا کر عنوان تخلیق کیا جاتا ہے جیسے ''آج ڈالر کا کیا ریٹ نکلا'' از معین نظامی، ''آج میرا دل افریقا ہے'' از تبسم کاشمیری، ''آنکھوں کا عطیہ رجسٹرڈ کرانے پر'' از جمیل الدین عالی، ''اپاہج ماں مٹی کی گولڈن جوبلی'' از کشور ناہید، ''اسٹیل ملز کا ایک

خصوصی مزدور' از پروین شاکر، 'اسکول آ گیا' از سید ضمیر جعفری وغیرہ۔تیسرے نمبر پر ایسی نظمیں ہیں جن میں عنوان اور زبان دونوں ہی بدیسی اپنا لیے جاتے ہیں۔ان میں Friendship Band از حماد، Good Morning از رفعت ناہید، GOOD TO SEE YOU از پروین شاکر، HORSE TRADING از کشور ناہید، HOT LINE از پروین شاکر، I'll MISS YOU از پروین شاکر، Impossible از وصی شاہ اور اسی قبیل کی دیگر نظمیں شامل ہیں۔

جدید اردو شاعری نے فکری طور پر دنیا میں ہونے والے اہم اور متاثر کن واقعات سے گہرا اثر لیا ہے اور اب شاعر کا میدان نظر بہت وسیع ہوگیا ہے۔عالم گیر یکساں ثقافت نے یکساں مسائل پیدا کیے ہیں جن سے یکساں سوچ اور فکر کا مرحلہ سامنے آ گیا ہے۔اردو شاعری میں موضوعاتی سطح پر جو پھیلاؤ آیا ہے اس میں گلوبلائزیشن کا بڑا ہاتھ ہے۔تنہائی و بیگانگی، پیدائش اور موت کا مسئلہ، تصورِ زمان ومکاں، انسان کی کم ادراکی، زندگی کی لامرکزیت، بےمعنویت اور لایعنیت، رائیگانی کا احساس، ڈر اور خوف، ڈپریشن، تشکیک، امید اور عزم، رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ، تصورِ معاش، جنگیں اور ان کے امکانات، دہشت گردی اور عدم تحفظ، تسخیر کائنات، لاحاصلی، تیل اور اس کے حصول کی لڑائی، دیگر زبانوں کی اساطیر، سائنسی افکار و اصطلاحات، میڈیا اور سائبر ورلڈ کی پیش کش، تیسری دنیا کی بے بسی، مزاحمت، تانیثیت، مذہبیت، ماحولیات، شاعری اور ادب، اردو ادب میں گلوبلائزیشن کے زیر اثر ورود کرنے والے یا اس کی وجہ سے پہلے سے تبدیل شدہ حالت میں جانے والے موضوعات ہیں۔اس کے علاوہ دیگر زبانوں کے تراجم سے بھی ایسے موضوعات اردو ادب اور شاعری کا حصہ بن رہے ہیں جن کا تعلق دور دراز معاشروں اور دیگر ممالک میں تخلیق ہونے والے ادب سے ہے۔

اردو کی جدید شاعری نے فنی حوالوں سے گلوبلائزیشن کی لہر کے زیر اثر دنیا کی دیگر زبانوں میں تخلیق کیے جانے والے ادب سے بہت استفادہ کیا ہے جس سے اردو شاعری کو وسعت اور وقار نصیب ہوا ہے۔اردو شاعری نے دیگر معاشروں اور زبانوں کے ادب سے نئی تکنیکیں اور ہیئتیں وصول کی ہیں۔اس کے علاوہ اردو شاعری میں بہت سی اصناف سخن ایسی ہیں جو دیگر علاقوں اور زبانوں سے

آئی ہیں۔ اردو شعرا نے بہت سی بیرونی اصناف ادب کو اختیار کر کے اردو ادب کا دامن وسیع کیا ہے۔ اردو ادب اور بالخصوص اردو شاعری نے گلوبلائزیشن کے بڑھتے ہوئے رجحان کے زیر اثر دیگر ممالک اور زبانوں کے ادب سے فنی طور پر بھی بہت کچھ اخذ و قبول کیا ہے۔ اس کی وجہ سے اردو شاعری میں اظہار کے نئے اسالیب اور سانچے مہیا ہوئے ہیں، جن میں نظم معریٰ، آزاد نظم، سانیٹ، ترائیلے، لمرک، کانتو، استانزا، نثری نظم، اوپیرا، اور جاپان سے درآمدہ ہائیکو اور واکا جیسی اصناف شامل ہیں۔ علاوہ ازیں سرریلزم، ڈاڈا ازم، امیجزم، تاثریت، علامت نگاری، وجودیت، نئی لسانی تشکیلات، علامت نگاری، تجریدیت، تمثال کاری، ہیئتی تجربات، علاقائی اور کلوکیل زبان، سلینگ اور جارگن کا ادبی استعمال فنی طور پر وہ پہلو ہیں جو اردو شاعری میں گلوبلائزیشن کے تحت دوسرے ممالک اور زبانوں کے ادب سے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ گلوبلائزیشن کے عمل نے جہاں ہماری معاشرت کو منقلب کیا ہے وہیں ہمارے ادب کی بھی کایا کلپ کر دی ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری مقامی اور روایتی اصناف کو بھی تبدیلی کے عمل سے گزرنا پڑا ہے اور ابھی مزید تبدیلی سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ ان اصناف کی ہیئت میں جزوی اور تجرباتی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جنہوں نے نہ صرف ان کے داخل وخارج کو نئی شکل دی ہے بلکہ ان کے مسلمات سے بھی انحراف کیا ہے۔ اس رجحان کی ادبی اور اظہاری صورتیں آزاد غزل، اینٹی غزل اور نثری غزل وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ بدلتے ہوئے معاشی اور معاشرتی نظام میں کئی اصناف مثلاً قصیدہ وغیرہ کی ضرورت نہیں رہی اس لیے وہ بتدریج معدوم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ یہی نہیں عالم گیر نظام حیات میں مختلف بین الاقوامی کتابیں، نظریات، ایجادات، اشیا اور شخصیات بھی اردو نظموں کا موضوع ہیں مثلاً ''الجزائر کے ساحلوں پر'' از انیس ناگی، ''بیکنگ'' از فیض احمد فیض، ''جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے طلبا کے لیے'' از ذی شان ساحل، ''بنجمن'' از ذی شان ساحل، ''پابلو نرودا'' از جینت پرمار، ''پابلو نیرودا کے لیے ایک نظم'' از انیس ناگی، ''چارلی چپلن'' از سید کاشف رضا، ''ڈیکارٹ سے.....'' از حماد، ''نیلسن منڈیلا ۔ آزادی تیرا نام'' اور ''یاسر عرفات کے لیے ایک نظم'' از پروین شاکر جیسی نظموں کے عالم گیر تناظر کی عکاسی

کرتی ہیں ۔اس کے علاوہ عالمی واقعات کو بھی اردو نظموں میں دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے ۔جیسے محمود شام کی نظم ''سرد جنگ کے خاتمے پر'' ملاحظہ کیجئے:

تم تو کہتے تھے کہ اب رقص بسمل ختم ہوا
وحشتیں اب نہ کسی گھر میں کبھی اتریں گی(۲)

احمد حماد نطشے کا یوں ذکر کرتے ہیں:

صدی کی عبقری خیزی نے بھی نہ پیدا کیا
وہ ذہن نیطشے جس کو کمال مرد کہے(۳)

خورشید رضوی کے بقول:

میری زندگی اب
انا کے جزیرے میں سلکرک کی زندگی ہے
کوئی لمس،کوئی صدا،کوئی خوشبو،کوئی ذائقہ،کوئی چہرہ
شناسا نہیں ہے(جزیرہ)(۴)

عربی اور فارسی تو خیر اردو کے مآخذ ہیں اور ان کا استعمال لابدی ہے مگر اردو زبان دیگر زبانوں کے الفاظ بھی اختیار کر کے اپنے ذخیرہ لغت میں اضافہ کر رہی ہے ۔ان زبانوں میں بین الاقوامی زبانوں کے ساتھ ساتھ بالا دست اور دور دراز ممالک کی زبانیں اردو شاعری میں شامل ہو رہی ہیں ۔ساتھ ہی ساتھ ہمارے یہاں کی علاقائی اور مقامی زبانیں جیسے پنجابی،سندھی،پشتو،بلوچی،ہندی وغیرہ بھی اردو شاعری میں تسلسل کے ساتھ استعمال کی جا رہی ہیں اور ایسے تجربات کی تعداد اور مقدار روز بہ روز بڑھتی جا رہی ہے ۔انگریزی کی مثال:

جانے کس دریچے میں عکس یار تھا محفوظ
ہاتھ رکھ کے بیٹھا ہوں حافظے کے mouse پر(۵)
کسی کے ہاتھ میں زر اور کسی کے ہاتھ میں کشکول دیتا ہے
خدا بھی تو سٹیٹس کے مطابق ہی پروٹوکول دیتا ہے(۶)

جہاں اب پارلر ہے، پارلر میں تم ہو اور بنتے سنورتے ہو

یہاں اک دشت تھا، اس دشت میں آہو تھا، آہو مرنے والا تھا(۷)

جاپانی: سائیکل کے بارگیر پر سامان کے بوجھل لفافے

اور کمر پہ جھکے میں لٹکتا ہوا خوابیدہ بچہ

''فروشمبن، فروزاشی، سوہاکا......''

اخبار، رسالے اور دوسری بے کار چیزیں جو

آپ کے گھر میں ہیں دیجئے

ایک چھوٹے ٹرک میں سپیکر پر چلتی ہوئی ٹیپ

''سانو واکے......سانو واکے''

کپڑے سکھانے کے لیے لمبے لمبے بانس

عمدہ عمدہ بانس (ایک جاپانی گلی کا منظر)(۸)

عربی: سمندر ہے پیچھے عدو سامنے

فَیَا أَیُّھَا النَّاسُ أَیْنَ الْمَفَر (۹)

تصدیق کروں دل سے زباں سے اقرار

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُومٌ کَفَّار(۱۰)

پشتو: خوشا بصارتوں کے نام تازہ دم سفارتیں

یہ نورِ صبح نو کے قافلے پخیر راغلے(۱۱)

بنا ہوں جہاں میں عجب اک تماشا، زما بارا راشہ

سمجھتا نہیں ہے کوئی میری بھاشا، زما بارا راشہ(۱۲)

پنجابی: دل کا بوجھ اتاریے دشت بہ دشت پکاریے

سوہنیے ہیریے تاریے، سجناں بیلیا ہانیاں(۱۳)

ان پہ جان نہ وار کٹـــــڑے مت جیون بازی ہار کٹـــــڑے
اصل حقیقت کھلتی ہے چالیس برس کے پار کٹـــــڑے (۱۴)

چھوڑی حلوہ پوڑی میں نے
ڈالی نئی بھسُـــــوڑی میں نے (۱۵)

ہندی: ستارے اور مری آنکھیں تو جاگے رات بھر سورج کے سـواگـت کو
کسے معلوم تھا سورج ، ستارے اور آنکھیں چرنے والا تھا (۱۶)

جیسے پیاسا ماس برہن کا / جیسے جاتے دن کی اداسی
جیسے آتی رین کا دھڑکا / جیسے نیر سے نین نہائے
جیسے اندردھنش دھندلائے / جیسے آس کمل ٹھہرائے (دھوپ) (۱۷)

ان تمام عوامل کو بلا خوف استرداد گلوبلائزیشن کا براہ راست اثر کہا جا سکتا ہے۔ گلوبلائزیشن کا عمل ہمارے معاشرے میں بہت تیزی سے سرایت کر گیا ہے جس نے ہماری معاشرتی زندگی اور ہمارے سماجی روحانی اور اخلاقی نظام کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ ہمارے تخلیق کاروں اور ناقدین نے عالم گیریت کے اس عمل اور ردعمل کا شدید اثر محسوس کیا ہے۔ انہوں نے اپنی تخلیقات بشمول فکشن اور تنقید میں عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں اور ان کے ہمارے سماج پر پڑنے والے اثرات کو پیش کیا ہے۔ انہوں نے بالخصوص مغربی دنیا سے انداز نظر، فکر و فلسفہ اور دیگر انسانی سماجی اور ادبی مظاہر کو قبول کیا ہے اور اردو دان طبقے کو ان تبدیلیوں سے روشناس کر دیا ہے جو دنیا بھر کے لوگوں کو قریب لا کر ان میں فکر و عمل کی یکسانیت پیدا کر رہی ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو ہمارے تخلیق کار اور ناقدین گلوبلائزیشن کی روایت سے پوری طرح مربوط ہیں اور وہ گلوبلائزیشن کے ماتحت ہونے والے تبدیلیوں کو اردو ادب اور تنقید میں سمو کر اہم عصری تقاضے کو نبھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے ان موضوعات کو کھل کر اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے جن کا تعلق بین الاقوامی فکر اور عالمی طرز احساس سے ہے۔

اردو زبان میں لکھے جانے والے جدید ناول جدید شعور اور جدید تکنیک اور اسلوب میں لکھے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے جدید اردو ناولوں کا منظرنامہ بھی بین الاقوامی ہے اور ان میں تکنیک، ہیئت، الفاظ، انداز، معاشرت اور لباس سے لے کر کھانے پینے، رہنے سہنے اور سوچنے تک تمام موضوعات اور فنی خصائص میں گلوبلائزیشن کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ دورِ حاضر کے ناول نگار نہ صرف اپنی تہذیبی، سماجی، اور فکری روایت سے مربوط ہیں بل کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ عالمی برادری کا بھی حصہ ہیں اور عالمی ادب کے وسیع مطالعے کی وجہ سے ان کی فکری اور موضوعاتی سرحدیں اب پوری دنیا تک پھیل چکی ہیں، یہی وجہ ہے کہ گلوبلائزیشن کی لہر کے زیرِ اثر ناول میں ایسے موضوعات کثرت سے در آئے ہیں جن کا تعلق عالمی مسائل اور بین الاقوامی فکری دھارے سے جڑا ہوا ہے۔ اب دنیا کے کسی بھی خطے میں رونما ہونے والے واقعات، بین الاقوامی شخصیات، تازہ ترین تحقیقات اور ایجادات، نت نئے فلسفے اور تازہ ترین خیالات اور نظریات اردو ناول کا حصہ بن رہے ہیں۔ اسی طرح اگرچہ افسانہ خالصتاً مغربی صنف ادب ہے اور اس کا اردو ادب میں ورود ہی عالم گیریت کے اردو پر اثرات مرتب ہونے کی نشان دہی کرتا ہے۔ عہدِ موجود میں لکھے جانے والے اردو افسانوں کے نام دیکھ کر ہی ان کے موضوعات اور ان کی پیش کش کے عالمی تناظر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان افسانوں میں ان موضوعات کو پیش کیا گیا ہے جن کا تعلق گلوبلائزیشن سے ابھرنے والے بین الاقوامی معاشرے سے ہے۔ دیگر اصناف سفرنامہ، رپورتاژ وغیرہ میں بھی عالم گیریت کی واضح جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

نائن الیون کا واقعہ پوری دنیا کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں بھی بہت گہرے اثرات کا حامل ہے۔ ۹/۱۱ کے دھماکے کے ساتھ تہذیبوں کے تصادم کا آغاز ہوا اور اس کی گونج ابھی تک سنائی دے رہی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور دنیا کے لیے ایک منفرد واقعہ تھا جس نے پوری دنیا کو کسی نہ کسی انداز میں متاثر کیا۔ اس واقعے کے بعد دنیا واضح طور پر دو ادوار میں تقسیم ہو گئی۔ اردو میں اکیسویں صدی میں لکھے جانے والے بیشتر ناولوں میں اس موضوع کو بڑے یا چھوٹے پیمانے پر موضوع بنایا گیا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ اپنے ناول "خس و خاشاک زمانے" میں لکھتے ہیں:

''ٹیلی ویژن پر اس امریکی کربلا کا ایک ایک لمحہ ہزاروں بار دہرایا جا رہا تھا اور یہ باور کرلیا جا رہا تھا کہ صرف دو نہیں، ہزاروں ٹریڈ ٹاور منہدم ہو رہے ہیں اور سینکڑوں طیارے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔۔یہ مناظر اس تواتر سے اتنی بار سکرین پر دکھائے گئے کہ ہر امریکی کے بدن پر تصویروں کی صورت ثبت ہوگئے۔۔ان کے ذہنوں پر ایک ٹیٹو کی مانند گُند ھے گئے''(۱۸)

اسی طرح اردو افسانے میں بھی نائن الیون کا موضوع بھرپور طریق سے اجاگر کیا گیا ہے بل کہ اردو افسانے میں نئی صدی کا سب سے بڑا موضوع یہی ہے۔مبین مرزا اپنے افسانے ''دامِ وحشت'' میں لکھتے ہیں:

''امریکا میں گیارہ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ ٹاور کے واقعے کے بعد جس طرح دنیا کے حالات تبدیل ہوئے تھے ان کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اب گرین کارڈ لے ہی لینا چاہیے''(۱۹)

میڈیا کی وجہ سے نظریات، تحریکوں، افکار، خیالات اور معلومات کے ایک جگہ سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچنا صرف ممکن ہوگیا ہے بل کہ بہت تیز بھی ہوگیا ہے۔اس وجہ سے کوئی نظریہ میڈیا کے توسط سے بہت کم عرصے میں دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے۔میڈیا بشمول اخبارات، ریڈیو، کیبل نیٹ ورک، سیٹیلائیٹ، ڈش انٹینا، ٹی وی، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا (فیس بک، ٹوئٹر، یوٹیوب، سکائپ اور مختلف بلاگز اور ویبز وغیرہ) کے ذریعے لوگوں میں نظریہ سازی کے عمل میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔دنیا بھر کے سیاست دان، فن کار، فلاسفہ اور شعرا و ادبا اپنے اپنے خیالات و افکار، منشور، تخلیقات کی تشہیر کے لیے میڈیا کو بطور آلہ استعمال کرتے ہیں۔میڈیا کی زندگی میں سرایت کرنے کے ساتھ ہی یہ ادب کا بھی اہم موضوع ہے۔عمار مسعود اپنے افسانے ''مٹی تلے دبے بیس سال'' میں اس کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں:

''یہ پبلسٹی، سیلف مارکیٹنگ کا دور ہے۔اس دور میں آہنگ بلند رکھنا پڑتا ہے۔

خالی خولی تبسم سے کام نہیں چلتا۔ اپنے آپ کو منوانے کے لیے اپنے عی حق میں نعرہ لگانا پڑتا ہے"(۲۰)

اسی طرح کمپیوٹر کی دنیا یا سائبر ورلڈ نے، جس میں موبائل فون، کیبل ٹی وی نیٹ ورکنگ، انٹرنیٹ اور سیٹلائیٹ نشریات سب کچھ شامل ہے، بہت کم عرصے میں ساری دنیا کو نہ صرف اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے بل کہ اسے اپنا دست نگر بنا لیا ہے۔ نئے ناولوں میں اس ان دیکھی دنیا کی پیش کش کافی اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ مرزا اطہر بیگ کا ناول 'صفر سے ایک تک' مکمل طور پر سائبر ورلڈ سے متعلق ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"پہلے تو مجھے اس لا خلا سے اپنے ذاتی تعلق کی وضاحت کرنی ہوگی جو سائبر سپیس کہلاتا ہے۔ جو دنیا بھر کے کمپیوٹروں کے ادغام سے جنم لینے والا لامکاں ہے اور جس میں سفر کا آغاز کرنے کے لیے آپ انٹرنیٹ کے برقیاتی دروازے پر اپنے ماؤس کی کلک سے دستک دیتے ہیں اور پھر digital pulse کی گاڑی پر سوار ہو کر منزلیں طے کرتے جاتے ہیں۔"(۲۱)

اسی طرح گلوبلائزیشن کے عمل نے سائبر ورلڈ کو اردو افسانے کا بھی موضوع بنا دیا ہے اور اکیسویں صدی میں بہت سے ایسے افسانے لکھے جا رہے ہیں جو سائبر کی دنیا کے اسرار و رموز بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حیات انسانی پر اس کے اثرات پر بھی فوکس کیے ہوئے ہیں۔ نیر اقبال علوی اپنے افسانے "گلوبل ولیج" میں کمپیوٹر اور اس کے متعلقات کو انسانی رشتوں کی تعمیر و تخریب کا مرکز قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ لوگ اگر انٹرنیٹ پر تعلق اُستوار کر سکتے ہیں، اور موبائل فون پر رشتے توڑنے کی ریت کو جنم دے سکتے ہیں، تو انہیں ایسا کرنے کا پورا حق حاصل ہے"(۲۲)

تارکین وطن گلوبلائزیشن کے پھیلاؤ کا اہم ذریعہ ہیں جو دوسرے ممالک کے ساتھ تعلق استوار کرنے اور وہاں کی ثقافت کو اپنے ملک میں لانے اور اپنی ثقافت کو میزبان ملک میں لے جانے

کے لیے براہ راست آلہ کار کے طور پر کام کرتے ہیں۔ عالم گیر معاشرے میں دنیا کے بڑے بڑے شہروں اور بالخصوص ترقی یافتہ ممالک کے شہروں میں ایسی مخلوط کمیونٹی کاظہور ہوا ہے جہاں ایک جگہ پر کام کرتے ہوئے یا کہیں انتظار گاہ یا کسی کافی بار میں بیٹھے لوگ بیک وقت کئی کئی ملکوں اور الگ الگ ثقافتوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس مخصوص جگہ پر کسی نہ کسی وجہ سے اکٹھے ہونے کے باعث ایک عالم گیر معاشرہ وجود میں آجاتا ہے جس میں کئی مقامی ثقافتیں مل کر ایک بڑی اور عالم گیر وسعت میں ضم ہوکر بین الاقوامی معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں۔ نجم الحسن رضوی نے اپنے افسانے ''آکسیجن'' میں ایک ہسپتال کی چھت کے نیچے کئی ملکوں کے تارکین وطن کو جمع کر کے یوں عالم گیری معاشرہ تشکیل دیا ہے:

> ''وہ اپنے گھروں سے دور تھے اور اجنبی ملک کے ایک دور افتادہ شہر میں واقع سرکاری ہسپتال کی ایک ہی چھت کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔ ندیم ہڈیوں کا ڈاکٹر تھا جب کہ ایمان عورتوں کے امراض کی ماہر تھی۔ وہ جنوبی لبنان سے آئی تھی۔ اشوک خالص بمبئی والا تھا جو دل کی جراحت کے شعبے میں خاصا سینئر سرجن تھا اس کی بیوی امرتا بچوں کی ڈاکٹر تھی..... محمد طلحہ مصری تھا اور نفسیات کے شعبے میں اپنی مہارت دکھا رہا تھا۔۔ جاپان کا اکی ہونا اس منڈلی میں اپنے فلسفیانہ افکار کی وجہ سے مقبول تھا''۔(۲۳)

اسی طرح غازیہ شاہد نے یورپ میں ہم جنس پرستی کے ''گے کلچر'' کو اردو افسانے میں سمویا ہے۔ ''گولڈن وگ'' میں لکھتی ہیں:

> ''ہر تصویر میں وہ ایک خوب صورت عورت کے روپ میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ جدید مغربی Dresses اور جیولری میں وہ بالکل پہچانا نہ جاتا تھا۔
> او۔۔۔۔ یہ تو Gay ہے۔ میرے اندر کوئی چیز چھن سے ٹوٹ گئی''۔(۲۴)

اس کے علاوہ جدید نثری ادب میں گلوبلائزیشن کی وجہ سے جدید علوم، تہذیبوں کا تصادم، جنگیں، دہشت گردی، جدید طرز حیات، سائنسی شعور، تیسری دنیا کا اضطراب، حصول معاش،

مزاحمت، عالمی حالات وواقعات، معاشرتی تقلیب، عالمی ادب سے جڑت، ماحولیات، عالمی خوراک، جنس، تاریخ کی بازیافت جیسے موضوعات بھی بہت اہم ہیں جن کی موجودگی سے اردو ادب کا عالمی معاشرے سے ربط بنتا ہے اور عالم گیریت کی صورت گری ہوتی ہے۔ اس طرح اردو فکشن اور تنقید کو وہ وسعت حاصل ہوئی ہے جو عہد جدید میں وقت کی اہم ضرورت ہے۔

گلوبلائزیشن نے جہاں اردو فکشن پر فکری اثرات ڈالے ہیں اور اسے جدید تر طرز احساس اور نئے نئے موضوعات سے روشناس کروایا ہے وہیں اس کو نئے نثری پیکر، اصناف اظہار، ادبی تکنیکیں اور زبان وبیان کے دیگر فنی لوازم بھی عطا کیے ہیں۔ اردو زبان میں دیگر زبانوں کے الفاظ کے ورود کا سلسلہ بہت پرانا ہے لیکن اب یہ عمل گلوبلائزیشن کی وجہ سے بہت تیز ہوگیا ہے، پہلے اردو زبان عربی فارسی سے الفاظ وتراکیب مستعار لیتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ مقامی بولیوں کے الفاظ شعوری اور لاشعوری طور پر اردو میں داخل ہوتے رہتے تھے لیکن اب اخذ وقبول کا یہ سلسلہ مختلف براعظموں تک پھیل گیا ہے اور اردو میں بالخصوص یورپی زبانوں کے الفاظ تراکیب اور اصطلاحات بہت تیزی سے اور بڑی مقدار میں داخل ہورہے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام تنقیدی بحثیں اور نئے نئے ادبی نظریات بھی یورپ اور امریکہ سے درآمد ہوتے ہیں اس لیے ان کے متعلقات بھی ساتھ ہی چلے آتے ہیں۔

جدید اردو فکشن میں زبان کے حوالے سے بھی بہت سے تجربات کیے گئے ہیں اور ایک ایسی مخلوط زبان سامنے آئی ہے جس میں دیگر زبانوں کے الفاظ بھی کثرت سے شامل ہیں۔ اور ایسا ہونا اس لیے بھی یقینی تھا کہ ہماری روزمرہ بول چال کی زبان بھی تو بہت حد تک مخلوط ہوگئی ہے۔ اردو فکشن میں کہیں تو ہمارے ادیبوں کا رجحان اردو میں بین الاقوامی زبانوں مثلاً انگریزی وغیرہ کے الفاظ کے ادغام کی طرف ہے تو بعض ادیب اس میں مقامی زبانوں محاورے اور لب و لہجے کو شامل کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے ادیب بھی بہرحال موجود ہیں جو زبان کی عہد بہ عہد اور خطہ بہ خطہ بدلتی صورت حال کو تحقیقی طور پر استعمال کرتے ہوئے زبان کی بازیافت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں بے شمار الفاظ اور تراکیب دیگر زبانوں سے ترجمہ کرکے شامل کی جاتی ہیں جن

کی وجہ سے اردو زبان کا دامن وسیع ہوا ہے۔ انٹرنیٹ پر کی جانے والی برقی پیغام رسانی جو تحریری پیغامات بھیجنے کی جدید اور تیز ترین صورت ہے، برقی خطوط یعنی ای میل (E-mail) اور برقی تحریری گفتگو یا چیٹ Chat کہلاتی ہے۔ یہ ای میل اور چیٹ اب ہمارے بہت سے سماجی عوامل میں مستعمل ہے اور عدالتوں میں بطور گواہی اور ثبوت کے استعمال ہو رہی ہے۔ اسی طرح ادب میں بھی اس کو بطور متن شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح مرئی اشیا کو غیر مرئی اور غیر مرئی اشیا کو مرئی قرار دے کر تجرید کا استعمال بھی گلوبلائزیشن کا مرہون منت ہے۔ رشید امجد کے افسانے ''شیشہ دید سے دور'' میں تجرید کی ایک مثال دیکھیں:

> ''پھر اس کا ہونا نہ ہونے میں بدل گیا، ایک طویل عرصہ وہ ہوتے ہوئے بھی نہ تھا، وقت کے ساحر نے اس کے وجود کو تو باقی رہنے دیا تھا لیکن اس کے اندر سے ساری قوتوں کو سلب کر لیا تھا کہ وہ تھا اور نہیں تھا'' (۴۵)

اسی طرح مقامی علامتوں اور اسطورہ کی بجائے بین الاقوامی علامتوں کا استعمال بھی گلوبلائزیشن کے اردو ادب کو متاثر کرنے کی واضح دلیل ہے۔ فرحت پروین کے افسانوں ''سلنک'' اور ''جنک یارڈ'' وغیرہ میں امریکی معاشرے کی علامات کو اردو دنیا سے روشناس کروایا گیا ہے۔ ''جنک یارڈ'' میں لکھتی ہیں:

> ''مگر آج جنک یارڈ میں جگہ جگہ پرانی چیزوں کی زنگ خوردہ ڈھیریوں کو دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے میرے دماغ کی سب الجھی تاروں سے اماں کا الجھے بالوں والا کانپتا ہوا سر اور بجھی بجھی آنکھیں ابھر آئی ہیں اور میں ان کا سامنا نہیں کر پا رہا'' (۴۶)

دنیا بھر کی مختلف زبانوں اور ان میں تخلیق ہونے والے ادب کی مختلف اصناف میں ربط ضبط بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے ایک ادبی صنف میں دوسری اصناف کے عناصر در آتے ہیں۔ اس امر کو گلوبلائزیشن کے اس عمل کی ہی توسیع سمجھا جانا چاہیے جس کے تحت دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے افراد اور مختلف اقدار کے حامل معاشرے ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں اور ایک دوسرے

کے اجزا اور عناصر کو قبول کر کے اپنے اندر ضم کر رہے ہیں۔ اردو ادب میں اب ایسی اصناف کی نشان دہی کرنا مشکل نہیں جن میں دوسری اصناف کے اجزا کو شامل کر لیا گیا ہے جیسے نئے ناول میں سفرنامے یا تاریخ وغیرہ کو آمیخت کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ واحد متکلم کا بیانیہ، خود کلامی (مونولاگ)، اساطیری علامتیں، زبان کی تجدید نو، جدید اسلوب، سرریلزم، نظمیہ نثر / منظوم افسانے وغیرہ بھی دنیا کے دیگر ادب پاروں کی پیروی میں گلوبلائزیشن کے زیر اثر ہی لکھے جا رہے ہیں۔ اردو ادب میں جہاں گلوبلائزیشن کے ماتحت بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں اور نئی نئی ادبی اصناف متعارف ہو رہی ہیں وہیں رائج ہو جانے والی اصناف میں داخلی تبدیلیاں بھی وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ اس طرح اردو ادب پر گلوبلائزیشن کے اثرات فکری اور فنی دونوں سطحوں پر مرتسم ہو رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) سید ضمیر جعفری: ۱۹۹۳؛ نشاط تماشا: لاہور؛ سنگ میل پبلی کیشنز؛ ص ۱۱۲

(۲) ناصر زیدی، مرتب (۲۰۰۱ء) پاکستانی ادب ۲۰۰۰ء؛ اسلام آباد اکادمی ادبیات؛ ص ۲۷

(۳) حماد؛ س ن؛ تیرے خیال کا چاند: لاہور؛ جہانگیر بکس؛ ص ۲۱

(۴) خورشید رضوی؛ ۲۰۰۴ء؛ امکان: لاہور؛ الحمد پبلی کیشنز؛ ص ۵۲

(۵) طارق ہاشمی؛ ۲۰۱۰ء؛ دستک دیا دل؛ فیصل آباد؛ مثال پبلشرز؛ ص ۴۷

(۶) ایضاً: ص ۱۰۷

(۷) اسلم کولسری؛ ۱۹۹۵؛ ویرانہ: لاہور؛ القمر انٹر پرائزز؛ ص ۱۲۷

(۸) تبسم کاشمیری (۱۹۹۶ء) پرندے پھول تالاب: لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز؛ ص ۲۱۱

(۹) زر داغ دل: لاہور؛ مقبول اکیڈمی؛ ص ۴۴

(۱۰) زرداغ دل،ص۴۷

(۱۱) دستک دیا دل،ص۷۹

(۱۲) ایضاً:ص۸۰

(۱۳) ویرانہ،ص۴۴

(۱۴) تماشا در تماشا،ص۱۲۱

(۱۵) ظفر اقبال؛۲۰۰۵ء؛اب تک (جلد دوم):لاہور:ملٹی میڈیا افیئر ز؛ص۹۵۲

(۱۶) ویرانہ،ص۱۲۷

(۱۷) فہمیدہ ریاض؛۱۹۸۹ء؛دھوپ:کراچی؛مکتبہ دانیال؛ص۴۲

(۱۸) تارڑ، مستنصر حسین؛۲۰۱۰ء؛خس و خاشاک زمانے:لاہور؛سنگ میل پبلی کیشنز؛ص۵۰۲

(۱۹) تبین مرزا؛۲۰۰۴؛خوف کے آسمان تلے:کراچی؛اکادمی بازیافت؛ص۷۷

(۲۰) عمار مسعود؛۱۹ تا ۲۵ دسمبر ۲۰۱۲ء؛"مٹی تلے دبے بیس سال" خواتین میگزین روزنامہ نئی بات، لاہور؛ص۱۲

(۲۱) مرزا اطہر بیگ؛۲۰۰۹ء؛صفر سے ایک تک:لاہور؛سانجھ پبلی کیشنز؛ص۴۹

(۲۲) نیر اقبال علوی؛۲۰۰۵ء؛جہان رنگ و بو:لاہور؛ملٹی میڈیا افیئر ز؛ص۴۲

(۲۳) نجم الحسن رضوی؛۲۰۰۸ء؛آکسیجن:کراچی؛اکادمی بازیافت؛ص۱۵

(۲۴) غازیہ شاہد؛۲۰۰۸ء؛گھن لگے دریچے:لاہور؛اظہار سنز؛ص۱۱۵

(۲۵) رشید امجد؛۲۰۰۷؛عام آدمی کے خواب؛اسلام آباد؛پورب اکادمی؛ص۲۳۶

(۲۶) فرحت پروین؛۱۹۹۷؛منجمد:لاہور؛اساطیر؛ص۲۶